عشق ہے صہبائے خام عشق ہے کاس الکرام

("کاس الکرام" کے بارے میں چند نکات)

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال سائبر لائبریری
©2002-2006

محمد سہیل عمر

علامہ اقبال نے یہ مصرع "مسجد قرطبہ" کے دوسرے بند میں شامل کیا ہے ا۔ آج سے "تقریبا" تیس سال قبل بزرگ دانشور اور استاد گرامی پروفیسر محمد منور نے "مسجد قرطبہ" کے عمومی آہنگ ' بے ردیف قافیوں کے عربی انداز ' ذہنی ماحول ' تشبیہات و استعارات اور مفاہیم کے حوالے سے اسے علامہ کے اشعار میں کارفرما عربی ادب کے اثرات کا غماز قرار دیا تھا۔ مصرع مذکور کے آخر میں وارد ہونے والی ترکیب "کاس الکرام" اس ضمن میں مزید شہادت فراہم کرتی ہے کیونکہ پروفیسر خورشید رضوی صاحب کے بقول اس ترکیب کا استعمال اردو میں "قوبب قوبب ناپید" ۳ رہا ہے ۔ اردو میں یہ ترکیب قلیل الورود اور غریب الاستعمال ضرور رہی ہوگی تاہم فارسی اور عربی کے بڑے شعراء کے کلام میں اس کا استعمال کئی طرح ملتا ہے ۔ سطور ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں ۔ اس ترکیب کے امکانی ماخذ کے بارے میں بھی قیاسا" کچھ آراء پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے ۔

علامہ سے پہلے اسلام کی شعری روایت میں یہ ترکیب بہت سے شعرا نے استعمال کی ہے ۔ فارسی ادب میں تو یہ ترکیب خاص طور پر مقبول رہی ہے۔ اس بات کا تعین البتہ دشوار ہے کہ علامہ نے یہ ترکیب کہاں سے اخذ کی 'کس شاعر کے ہاں سے مستعار ہے یا نثرنگار کا عطیہ ؟ تاہم قیاس کیا جا سکتا ہے کہ دیگر بہت سے الفاظ و تراکیب کی طرح یہ بھی ان کے "ممدوح" اور متبوع ' حافظ شیرازی کی عطا رہی ہو گی یا مولانا روم کی مثنوی کے مطالعے کا ثمر!

حافظ کے دیوان میں یہ ترکیب قطعات میں وارد ہوئی ہے ۔۴

خاکیاں بے بہرہ اند از جرعہ کاس الکرام
ایں تطاول بیں کہ باعشاق مسکیں کردہ اند

یہی مفہوم دوسرے الفاظ میں بھی بیان ہوا ہے ۔ ذیل کے اشعار دیکھئے :

اگر شراب خوری جرعہ فشاں بر خاک
از آں گناہ کہ نفعی رسد بہ غیر چہ باک ۵
جرعہ جام بریں تخت رواں افشانم
غلغل چنگ در ایں گنبد مینا فکنم ۶

بر خاکیاں عشق فشاں جرعہ لبش
تا خاک لعل گوں شود و مشکبار ھم ۷

خواجہ حافظ اس ترکیب کے استعمال میں نہ تو منفرد ہیں نہ انھیں اس سلسلے میں شرف اولیت حاصل ہے۔ ان سے پہلے مولانا روم کہہ چکے تھے: ۸

ایں دل سرگشتہ را تدبیر بخش
ویں کمانہای دوتو را تیر بخش
جرعہ بر ریختی زآں خفیہ جام
بر زمین خاک من کاس الکرام
ھست بر زلف و رخ از جرعہ ش نشان
خاک را شاہاں ہمی لیسند از آں
جرعہ حسنست اندر خاک کش
کہ بصد دل روز و شب می بوسیش
جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
مر ترا تا صاف او خود چوں کند
ھر کسی پیش کلوخی جامہ چاک
کاں کلوخ از حسن آمد جرعہ ناک
جرعہ بر ماہ و خورشید و حمل
جرعہ بر عرش و کرسی و زحل
جرعہ گوییش اے عجب یا کیمیا
کہ زآسیبش بود چندیں بہا
جد طلب آسیب او ای ذو فنوں
لا یمس ذاک الا المطھروں
جرعہ بر زر و بر لعل و درر
جرعہ بر خمر و بر نقل و ثمر
جرعہ بر روی خوبان لطاف
تا چگونہ باشد آں راواق صاف
چوں ھمی مالی زباں را اندریں
چوں شوی چوں بینی آنرا بی زلیں

عشق ہے صہبائے خام عشق ہے کاس الکرام

چونک وقت مرگ آں جرعہ صفا
زیں کلوخ تن بمردن شد جدا
آنچ می ماند کنی دفنش تو . زود
این چنیں زشتی بدآں چوں گشتہ بود

مولانا روم نے اسی مفہوم کو تضمین کرتے ہوئے اس طرح بھی باندھا ہے:۔

من کاسک للثری نصیب
والارض بذاک صار اخضر

مثنوی معنوی ہی میں اس ترکیب کا تلمیحاتی ترجمہ یوں رقم کیا ہے:

یک قدح می نوش بر یاد من
گرہمی خواہی کہ بدہی داد من
یا بہ یاد ایں فتادہ خاک بیز
چونکہ خوردی ، جرعہ ای برخاک ریز

منوچہری کے ہاں اسی ترکیب کا ترجمہ اور اس مفہوم کی تلمیح کچھ یوں بیان ہوئی ہے ۔

جرعہ برخاک ہمی ریزم از جام شراب
جرعہ برخاک ہمی ریزند مرداں ادیب
ناجوانمردی بسیار بود ، گر نبود
خاک را از قدح مرد جوانمرد نصیب

خاقانی نے اس مفہوم کو ذیل کے اشعار میں نظم کیا ہے ۔

این حریفان جملہ مستان مے اند
مست عشقی زاں میاں آخر کجاست ؟
از زکواۃ جرعہ مستان وقت
یک زمین سیراب جان آخر کجاست ؟
خاک تشنہ است و کریمان زیر خاک
یاد گار جرعہ شاں آخر کجاست ؟

فارسی گو شعراء کے ہاں یہ ترکیب یا تو عربی شاعری کے توسط سے آئی ہو گی یا ایران باستان کی رسوم کہنہ کا ورثہ ہوگی ۔ اس کے بارے میں ایرانی محققین کی آراء مختلف ہیں۔[۱۳] کچھ حضرات نے خاک پر بادہ فشانی کی اس رسم کو جس سے "کاس الکرام" کی ترکیب نے جنم لیا ، یہودیوں ، آشوریوں ، فونیقیوں اور عربوں کی ایک قدیم رسم قرار دیا ہے اور اس مصرع کا تعلق اسی پرانی ریت سے جوڑا ہے ۔[۱۴] ڈاکٹر محمد معین صاحب نے اپنے مقالے "یک رسم باستانی" میں اس رسم کو ایک آریائی رسم بتایا ہے اور یونانیوں کے مراسم پرستش سے اسے مربوط کر کے دیکھا ہے ۔[۱۵] اس طرز استدلال میں ایک سقم یہ ہے کہ اگر یہ تصور کسی قدیم ایرانی رسم کی پیداوار ہے اور اسی کے توسط سے فارسی ادبیات میں وارد ہوا ہے تو اس کے کچھ آثار و شواہد پرانے پہلوی متون میں اور آمد اسلام کے بعد لکھی جانے والی کتب میں ملنے چاہئیں ۔ اسی صورت میں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ادبیات فارسی میں یہ ترکیب اور یہ تصور کیسے داخل ہوا ؟ خود ڈاکٹر محمد معین نے اس مشکل کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں :[۱۶]

> جہاں تک میں پہلوی زبان کے رسائل میں تلاش کر سکا ہوں میری دریافت کے مطابق ان کتابوں میں اس پرانی رسم کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔ اسلام کے بعد کے زمانے کی تاریخی اور ادبی فارسی کتابوں میں بھی اس آئین بادہ نوشی کا کوئی ذکر نہیں ۔ اس ضمن میں قابوس نامہ (باب یازدھم) اور سیاست نامہ (فصل ۳۰) اور نو روز نامہ (گفتار اندر منفعت شراب) کا نام لیا جا سکتا ہے ۔

آئینها و رسمهای ایران باستان کے مصنف علی قلی اعتماد مقدم نے بھی "آئین میگساری" کے باب میں اس عادت کا تذکرہ نہیں کیا۔[۱۷] حتی کہ شاہنامہ فردوسی میں بھی ڈاکٹر حسینی کے قول کے مطابق "اس رسم بادہ افشانی کا تذکرہ نظر نہیں آتا ۔[۱۸]

ان نکات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے اگر پہلوی زبان کے قدیم متون اس رسم کے تذکرے سے خالی ہیں اور اگر فارسی کی اہم اور معتبر کتابیں اس سلسلے میں خاموش ہیں جبکہ ان میں سے ہر ایک میں مے نوشی اور مجالس میگساری کے آداب پر جداگانہ باب باندھے گئے ہیں تو پھر دوسری متبادل رائے قبول کرنا مناسب ہو گا ۔ اس رائے کے مطابق چونکہ فارسی زبان کے اکابر شعراء عربی زبان و ادب سے بخوبی واقف تھے ، لہٰذا ان کے ہاں یہ تصور اور اس ترکیب کا استعمال عربی ماخذ ہی کے وسیلے سے رواج پذیر ہوا ۔ نیز اس کا حوالہ ذیل کا شعر ہی بنا ہو گا جس کے بارے میں ہم ابھی مزید کچھ معلومات پیش کریں گے ۔

شربنا و اھرقنا علی الارض جرعۃ
وللارض من کاس الکرام نصیب

عشق ہے صہبائے خام عشق ہے کاس الکرام

اسی شعر کے ٹکڑے فارسی گو شعراء اپنے اشعار میں تضمین کرتے رہے ' اس کا ترجمہ (جزواً یا کلی طور پر) نظم کرتے رہے اور اسی کی تتبیع ان کے اشعار میں جابجا نظر آتی رہی ہے۔

علامہ قزوینی نے اس شعر کے دوسرے مصرع کو ضرب المثل کے طور پر بیان کیا ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق مختصر المعانی [۲۰] میں خطیب قزوینی نے اس مصرع کو پہلے مصرع سے ملا کر مکمل شعر کے طور پر نقل کیا ہے [۲۱] اسی طرح شرح شواھد مطول کے مولف نے اس مصرع کو مثل مشہور قرار دیا ہے لیکن اس کے لکھنے والے کی نشاندہی نہیں کی۔ پہلا مصرع یہاں بھی اسی صورت میں ہے۔"

علامہ دھخدا نے بھی اس مصرع کو بلا انتساب اپنی کتاب امثال و حکم میں محمد بن نظام الدین الیزدی (۷۳۳ ھ) کی تصنیف العراضہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ [۲۳]

عربی زبان و ادب کے پرانے متون اور شعرائے قدیم کے دیوان اس مثل کے تلاش میں جن محققین نے کھنگالے ہیں ان کا بیان ہے کہ سب سے پرانا ماخذ جس میں یہ ضرب المثل نظر آتی ہے ابو ھلال عسکری (۳۹۵ ھ) کی کتاب جمھرہ امثال العرب [۲۴] ہے۔ البتہ اس کے ہاں "کاس" کے لفظ کے بجائے "سور" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

ابو ھلال عسکری کے ایک کم عمر معاصر عبدالملک بن محمد ثعالبی (۳۵۰ - ۴۲۹ ھ) نے بھی یہی مصرع اپنی کتاب التمثیل والمحاضرہ میں "المنبھذیون" کے عنوان کے تحت درج کیا ہے۔ [۲۵]

امام ابو حامد محمد الغزالی نے یہ مثل پورے قطعے کی صورت میں درج کی ہے۔ احیاء العلوم الدین میں یہ قطعہ اس طرح ملتا ہے۔"

شربنا شراباً طیباً عند طیب
کذالک شراب الطیبین مطیب
شربنا و اھرقنا علی الارض فضلہ
وللارض من کاس الکرام نصیب

ان تینوں کتب میں البتہ اس شعر ر دوبیتی کے کہنے والے کا نام کہیں مذکور نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جس نے بھی یہ اشعار کہے ہونگے وہ عیسیٰ ابن قدامہ المعروف بہ الاسدی کی شاعری سے متاثر ہوا ہوگا۔ الاسدی کے بارے میں ابوالفرج اصفہانی (۲۸۴ - ۳۵۶ ھ) لکھتے ہیں کہ اس کے موضوعات شعری میں مے نوشی 'مجالس مے خواری اور ان کے آداب و مراسم کے موضوعات شامل ہیں۔ اصفہانی نے یہ بیان کرنے کے بعد اس کے اشعار اور قصے نقل بھی کئے ہیں۔ [۲۷] اسی طرح مرزوقی اصفہانی (۴۲۱ ھ) اور خطیب تبریزی (۴۲۱ -

۵۰۲ھ) نے بھی حماسہ کی شرح کرتے ہوئے اپنی تحریر میں اسدی کے وہ شعر اور قصے نقل کیے ہیں جو مے نوشی اور محفل نائے و نوش کے ندیموں کے بارے میں ہیں۔[۲۸] اسی تصنیف کے اسی صفحے کے حاشیہ پر ابو عبید بکری (۴۸۷ھ) کے ہاں بھی اسی موضوع کا ذکر ملتا ہے۔[۲۹] ایسا ہی تذکرہ یاقوت حموی (۵۷۴ - ۶۲۶ھ) کی معجم البلدان میں بھی کیا گیا ہے۔[۳۰]

اسدی کے چار اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں۔[۳۱]

خلیلی هبا طال ما قد رقدتما
اجد کما لا تقضیان کراکما
الم تعلما مالی براوند کلها
و لا بخزاق من صدیق سواکما
اقیم علی قبریکما لست بارحا
طوال اللیالی او یجیب صداکما
اصب علی قبریکما من مدامہ
فان لم تذوقاها ابل ثراکما

ان اشعار کا زمانہ تصنیف عہد جاہلیت کے آخر اور پہلی صدی ہجری کے نصف دوم کے درمیان کا بتایا جاتا ہے یعنی قس بن ساعدہ سے لے کر حجاج بن یوسف کے زمانے تک۔ قیاساً کہا جا سکتا ہے چونکہ عربی شاعری میں اس مفہوم کے یہ قدیم ترین اشعار ہیں لہٰذا "کاس الکرام" والی دو بیتی اسی کے زیر اثر کہی گئی ہو گی۔ واضح رہے کہ اب تک کی گفتگو اس مثل کے شعری قالب سے متعلق تھی۔ اس کے معانی و مفاہیم کی تاریخ اس سے کہیں قدیم تر اور عہد کہن میں پیوست ہے جیسا کہ پروفیسر خورشید رضوی نے اپنے محولہ بالا مقالے کے آغاز کلام میں اشارہ کیا ہے۔[۳۲] ذاتی طور پر مجھے اس کی وہ توجیہ خاصی کمزور اور سطحی معلوم ہوتی ہے جو قدیم اساطیر کے حوالے سے اس تصور کی تحلیل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ فارسی ادبیات کے ضمن میں ہم تذکرہ کر چکے ہیں کہ بادہ افشانی کی اس رسم کا سراغ قدیم متون اور رسومات کہن میں نہیں ملتا۔ عربی کا معاملہ بھی اس اعتبار سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ ماہرین علوم عربیہ کا کہنا ہے کہ یہ اشعار اور ان سے متعلق واقعات (مثلاً جذیمہ الابرش کا طرز مے نوشی) قدیم یونان و روم کے اساطیر اور رسوم و رواج سے مستفاد اس لیے قرار نہیں دیے جا سکتے کہ ان کا زمانہ وہ ہے جب اہل عرب ابھی ان اساطیر سے آشنا ہی نہیں تھے۔[۳۳] بایں ہمہ اس تمثیل کے رموز و علائم الگ مطالعے اور تجزیے کا تقاضا کرتے ہیں اور یہ ہماری موجودہ تحریر کی حدود سے تجاوز کے مترادف ہوگا۔ علامہ اقبال اور مولانا روم نے اس ترکیب کو جس گہرے عرفانی پس منظر اور جس

مابعد الطبیعی سیاق و سباق میں استعمال کیا ہے اس سے بھی ہمارے نقطہ نظر کو تقویت ملتی ہے ۔ یہاں یہ عرض کرنا بھی نامناسب نہ ہو گا کہ علامہ نے کاس الکرام کی ترکیب کا جس طرح استعمال کیا ہے وہ ان کے پیشرو شعراء میں مولانا روم کے استعمال سے سب سے زیادہ قریب المعنی ہے ۔ رہا یہ سوال کہ عشق "صہبائے خام" کیوں ہے اور علامہ کے ہاں عشق کو "کاس الکرام" کیوں کہا گیا ہے تو اس سوال کے جواب کے لیے علامہ کے تصور عشق کو ان کے نظم و نثر کے حوالے سے متعین کرنا ناگزیر ہے ۔ یہی نہیں ' اس تصور عشق کو ادبیات عرب کے عمومی پس منظر اور احمد غزالی سے شروع ہونے والی فارسی کی عرفانی روایت شعر ر عشق کے خصوصی تناظر میں رکھ کر دیکھنا ہو گا ۔ بصورت دیگر علامہ کے تصور عشق کی تفہیم ادھوری اور یک رخی ہو گی ۔

اقبالیات کے ذخیرہ حاضر کا اگر اس نظر سے جائزہ لیجئے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی رگ تاک میں بہت کچھ باقی ہے اور تاوقتیکہ اس کار مغاں کی تکمیل نہ ہو جائے ' موضوع زیر بحث پر قلم اٹھانا قبل از وقت ہو گا ۔

حواشی

۱ ۔ محمد اقبال ' کلیات اقبال (اردو) اقبال اکادمی پاکستان ' لاہور ' ۱۹۹۴ء ' ص ۴۳۱

۲ ۔ مرزا محمد منور ' میزان اقبال ' طبع سوم ' اقبال اکادمی پاکستان ' لاہور ' ۱۹۹۲ء ' ص ۲۸ ۔ ۳۰

۳ ۔ خورشید رضوی "اقبال ' عربی اور دنیائے عرب" اقبال ریویو ' جلد ۳۴ شمارہ ۴' جنوری مارچ ' ۱۹۹۳ء ص ۲۶ ۔ فاضل مقالہ نگار دوست نے مضمون کے حاشیہ نمبر ۱۔۲ میں ریحانہ خاتون کے مقالے "دیوان حافظ میں مذکورہ ایک باستانی رسم" (مطبوعہ کاوش ' گورنمنٹ کالج لاہور ' شمارہ ۲۰ سال ۱۹۹۳ء) کا حوالہ دیا ہے ۔ ہمیں مقالہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تاہم رضوی صاحب کے اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مقالہ نگار خاتون نے اس تلمیح کے اساطیری معانی کی تحقیق پر زیادہ زور دیا ہے ۔ ہمارا مقصد قدرے مختلف ہے ۔ ہم اس کے امکانی ماخذ کی طرف چند اشارے کرنا چاہتے ہیں ۔ اس ترکیب کے مفاہیم کا معاملہ بہت سے تخن گسترانہ پہلو رکھتا ہے اور اسے عربی اور فارسی ادبیات کی عرفانی اور فلسفیانہ جہات سے مربوط کیے بغیر حل کرنا ممکن نظر نہیں آتا اور مقالہ زیر نظر میں یہ ہمارے دائرہ کار سے باہر ہے ۔

۴۔ ر ۔ ک دیوان حافظ شیرازی 'انتشارات انجمن خوشنویسان ایران ' تہران ۱۳۶۲ ' ص ۴۰۱ ۔ یہ شعر دیوان حافظ کے نسخہ قزوینی و قاسم غنی (طہران ۱۳۲۰ ھ ش) اور نسخہ خانلری (تہران' ۱۳۵۹) میں بھی اسی طرح مندرج ہے ۔

۵۔ حوالہ بالا ، ص ۔ ۲۳۱

۶۔ ایضاً" ص ۔ ۲۷۱

۷۔ ایضاً" ص ۔ ۲۸۱

۸۔ مولانا جلال الدین رومی ' مثنوی معنوی ' نکلسن ر پور جوادی ایڈیشن ' تہران ' ۱۳۶۳' جلد سوم' دفتر پنجم ' ششم ' ابیات ۳۷۱ ۔ ۳۸۲ ص ۔ ۲۵ ۔ ۲۶

۹۔ مولانا جلال الدین رومی ، دیوان شمس ، بہ تصحیح بدیع الزمان فروزانفر ' امیر کبیر' چاپ سوم ' تہران ' ۱۳۶۳ ' ۳ر۶۰

۱۰۔ مثنوی معنوی ' نکلسن ایڈیشن ' لیدن ' ۱۹۲۵ تا ۱۹۳۳ء ' دفتر اول ، اشعار ۱۵۶۱ ۔ ۱۵۶۲۔

۱۱۔ منوچہری ' دیوان ' تصحیح دبیر سیاقی ' چاپ چہارم ' تہران ' ۱۳۳۸ ' ص ۷

۱۲۔ خاقانی شروانی ' دیوان ' کتابفروشی زوار' تہران ' ۱۳۳۸ ۔ ص ۴۹۲

۱۳۔ ان آراء کا مختصر تذکرہ دکتر سید محمد حسینی نے اپنے مقالے "حافظ و ادب عربی" میں کیا ہے ۔ ر ۔ ک سخن اہل دل ' کنگرہ بین المللی بزرگداشت حافظ ' کمیسون ملی یونیسکو در ایران ' تہران ' ۱۳۷۱: ص ۳۲۸

۱۴۔ دکتر غلام حسین صدیقی ' مجلہ یادگار ' سال اول ' شمارہ ۸ ' ص ۴۸ ۔ ۵۱ بحوالہ مقالہ سید محمد حسینی (دیکھئے نوٹ نمبر ۱۳)

۱۵۔ دکتر محمد معین ' مجلہ یادگار ' حوالہ بالا ' ص ۵۱ ۔ ۵۸ یہی بات روم و یونان کے اساطیر پر لکھنے والے دیگر ایرانی حضرات نے بھی کی ہے ۔

۱۶۔ دکتر معین ' حوالہ ماقبل ۔ ص ۵۶

۱۷۔ علی قلی اعتماد مقدم ' آئینہا و رسمہای ایران باستان ' انتشارات وزارت فرہنگ و ہنر' تہران ' ۲۵۳۵ ' ج ار۲۴۵

۱۸۔ سید محمد حسینی ' محولہ ماقبل ' ص ۳۵۲

۱۹۔ حافظ شیرازی کے بارے میں تو معروف ہے کہ عربی زبان و ادب کی کتب سے اشتغال اس قدر تھا کہ اپنے اشعار جمع کرنے کا دماغ نہ رہا تھا ۔ مولانا روم کو عربی زبان و ادب پر جو قدرت حاصل تھی وہ بھی سب کو معلوم ہے ۔ منوچہری تک اپنے قصیدے "لغز شمع" میں عربی کے نامور شعراء کے کلام کے بہت سے عناصر کی تعریف کرتا ہے (دیکھئے دیوان منوچہری 'محولہ ماقبل ' ص ۷۳ ۔ ۷۴) اسی نے دوسری جگہ (ص ۔ ۸۱) کہا کہ :

عشق ہے صہبائے خام عشق ہے کاس الکرام

من بے دیوان شعر تازیاں دارم زبر
تو ندانی خواند " الاھبی بصحنک فاصبحین"

دوسرا مصرع تضمین ہے عمرو بن کلثوم تغلبی کے معلقہ کے مندرجہ ذیل مطلع کی :

الا هبی بصحنک فاصبحینا
ولا تبقی خمور الاندرینا

حوالے کے لیے دیکھئے ' ذوالفقار علی دیوبندی' التعلیقات علی السبع المعلقات ' مطبعہ مجتبائیہ ' دہلی ' ۱۳۲۲ ھ 'ص ۷۹ ۔ طہٰ حسین نے اس معلقہ کے ابتدائی اشعار کو قیاساً" اور درمیان میں آنے والے چند دیگر اشعار کو یقیناً" عمرو بن عدی سے منسوب کیا ہے (عبدالصمد صارم 'تنقیدات طہٰ حسین' مجلس ترقی ادب ' لاہور ' ۱۹۶۱ء ' ص ۱۱۷ ۔ ۱۱۸) یہ عمر بن عدی بھانجا ہے جذیمہ الابرش کا اور جذیمہ الابرش وہ قدیم عرب بادشاہ ہے جس کے آداب شراب نوشی اور زمین پر پیالہ لنڈھانے کے عادت کا تذکرہ پروفیسر خورشید رضوی نے اپنے مقالے میں الدینوری کی الاخبار الطوال کے حوالے سے کیا ہے (دیکھئے حاشیہ نمبر ۳)

۲۰ ۔ یہ تفتازانی کی تصنیف کردہ تلخیص المفتاح کی شرح ہے ۔

۲۱ ۔ علامہ قزوینی ' مجلہ یادگار ' عباس اقبال آشتیانی ' سال اول ' ص ۲۹

۲۲ ۔ حسین بن شہاب الدین شامی ' شواھد شرح المطول ' ص ۹ ' بحوالہ سید محمد حسینی 'محولہ ماقبل ' ص ۳۵۲

۲۳ ۔ علی اکبر دھخدا ' امثال و حکم دھخدا ' امیر کبیر ' تہران ' ۱۳۵۲ ' طبع سوم ' ۱۸۹۵/۳؛ نیز دیکھئے مجلہ یادگار محولہ ماقبل ' ص ۷۰

۲۴ ۔ ابوھلال عسکری ' جمھرہ امثال العرب ' الموسسہ العربیہ الحدیثہ ' قاہرہ ' ۱۹۶۳ ' ۱۹۰/۲

۲۵ ۔ محمد ثعالبی ' التمثیل والمحاضرہ ' دار احیاء الکتب العربیہ ' قاہرہ ' ۱۹۶۱ ' ص ۲۰۳

۲۶ ۔ ابو حامد محمد الغزالی 'احیاء علوم الدین ' دار المعرفہ للطباعۃ والنشر ' بیروت ' (ت ۔ ن) جلد چہارم ' ص ۹۷ ; نیز دیکھئے حواشی و تعلیقات بدیع الزمان فروز انفر بر کتاب فیہ ما فیہ ' مولانا روم ' تہران ' ۱۳۳۸ ' ص ۲۸۷ ۔

۲۷ ۔ ابوالفرج اصفہانی 'کتاب الاغانی ' دار الکتاب المصریہ ' قاہرہ ' ۱۹۵۹ء ' جلد ۱۵ ' ص ۲۳۸ ۔ ۲۵۰ ابوالفرج نے گیارہ اشعار نقل کئے ہیں

۲۸ ۔ ابو علی احمد بن محمد الحسن المرزوقی شرح دیوان الحماسہ ' احمد امین ۔ عبدالسلام ہارون ' لجنہ التالیف و الترجمہ ' قاہرہ ' ۱۳۷۱/۱۹۵۱ ' جلد ۸۷۵/۲ ۔ اس صفحہ پر پاورقی میں خطیب تبریزی کی روایت تصحیح متن کرنے والے محققین کی طرف سے نقل ہوئی ہے نیز خزانۃ الادب (۲۶۱:۱ ۔ ۲۶۸) کا حوالہ بھی دیا گیا

ہے۔ خطیب تبریزی کی تصنیف کے لیے ر۔ ک ابو زکریا یحییٰ بن علی معروف بہ "خطیب تبریزی" شرح القصائد العشر، مکتبہ محمد علی صبیح، طبع دوم، مصر ۱۹۶۳ء

۲۹۔ ابو عبید بکری معجم ما استعجم، بحوالہ مرزوقی محولہ ماقبل

۳۰۔ یاقوت بن عبداللہ الحموی معجم البلدان، مکتبہ الاسدی، تہران ۱۹۶۵ء، جلد دوم، ص ۱۷۱

۳۱۔ مرزوقی، محولہ بالا، ص ۸۷۵ ۔ ۸۷۷؛ ابوالفرج اصفہانی، محولہ بالا، ص ۲۴۸ ۔ ۲۵۰۔ پہلے دو اشعار قس بن ساعدہ سے بھی منسوب کیے جاتے ہیں۔ اشعار کا ترجمہ کچھ یوں ہوگا۔ شاعر اپنے دو یاران عزیز سے محروم ہو چکا ہے اور ان کی تربت پر بیٹھا اندوہناک اور غم آلود اشعار پڑھ رہا ہے اور یاران رفتہ سے یوں خطاب کر رہا ہے۔

"اے میرے دوستو! اب بیدار ہو جاؤ، تم بڑی دیر سے محو خواب ہو۔ کیا واقعی تم اس خواب سے بھی بیدار نہ ہو گے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ راوند و خزاق کے سارے علاقے میں میرا تمہارے سوا اور کوئی دوست نہیں؟ میں تمہاری قبر پر اس وقت تک رات رات بھر بیٹھا رہوں گا جب تک میرے جواب میں تمہاری صدا نہ آ جائے۔

شراب کا کچھ حصہ میں تمہارے مرقد پر چھڑک رہا ہوں کہ خواہ تم خود اسے نہ چکھ سکو لیکن تمہاری قبر کی مٹی تو اس سے تر رہے گی۔"

۳۲۔ ر۔ ک خورشید رضوی "اقبال، عربی اور دنیائے عرب" محولہ ماقبل۔

۳۳۔ اس نکتے کی طرف توجہ دلانے کے لیے ہم اپنے فاضل دوست اور علوم عربیہ کے ماہر جناب علامہ جاوید احمد غامدی کے ممنون ہیں۔

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006